فتویٰ اور فتاویٰ الکاملیہ کا تعارف واہمیت

Introduction and Importance of Fatwa and Fatawa Al-Kamiliya

شاہ فیصل*

پروفیسر رحمت اللہ اچکزئی**

ABSTRACT:

The grand system of Islam has foundations in Qur'an and Sunnah of Hazrat Muhammad Peace and Blessings of Allah be Upon Him. Though the system is perfect, comprehensive, and covers all spheres of life, yet it has opened doors for Ijtihad. Ijtihad brings dynamism and movement in the construction of Islamic knowledge and its legal matters. The capacity of Ijtihad was used by the Companions May Allah be pleased with them and the people followed them and is still practiced by Muslim jurists and scholars for sorting out rationally the contemporary challenges. The practice of Ijtihad has given an immense treasure of knowledge in the form of Islamic Jurisprudence, Fiqah which is in cognizance with the human spiritual, psychological, moral and all other needs keeping in view the barriers of time and space. A religious decree Fatwa is the most contributing practice adds to Fiqah. The collection of Fatwa is called as Fatawa.

Keywords: Fatwa, Fatawa Al-Kamiliya, Fiqah, Introduction, Importance.

جس طرح قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے اور پیغمبر اسلام سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔اسی طرح اسلام کا پیش کیا ہوا نظام حیات سب سے آخری ابدی اور مکمل دستور ہے۔انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں، جس میں اسلام نے اس کی راہنمائی نہ کی ہو۔پھر اسلام کے پاس فقہ و قانون کا جو ذخیرہ موجود ہے۔وہ قانونی دقیقہ سنجی، ژرف نگاہی، مصالح کی رعایت اور انسانی فطرت سے ہم آہنگی کا شاہکار ہے۔اسی علم فقہ کی ایک کڑی فتوی ہے۔فتوی کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ سے چلا آرہا ہے۔آپ ﷺ کے بعد یہ فتوی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین دیا کرتے تھے۔اس کے بعد تابعین اور زمانے کے علمائے کرام دیا کرتے تھے۔اور ان کے فتاوی جمع بھی کئے جاتے تھے۔فتوی کا کام جتنا اہم ہے اتنا ہی پیچیدہ بھی ہے۔اس میں حالات و واقعات کو شرعی نقطہ نظر سے انتہائی مہارت اور باریک بینی سے دیکھا جاتا ہے اور انتہائی احتیاط کے ساتھ قرآن و حدیث، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ و مجتہدین رحمہ اللہ تعالی کے اقوال وارشادات کو علمی اور فقہی انداز میں لکھا جاتا ہے۔پھر تصنیف وتالیف کے حسین و جمیل اسالیب میں ان کو پیش کیا جاتا ہے۔

---

*M.Phil Research Scholar, Department of Islamic Studies, UOB, Quetta.
Email: shahfaisalkhankhilji@gmail.com

**Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University Of Balochistan, Quetta.

اس طریقہ سے علمی فقہی شاہکار تیار کئے جاتے ہیں۔ فقہ کے ان علمی ذخائر میں سب سے اہم اور قابل اعتماد ذخیرہ کو فتاوی کہا جاتا ہے۔

انہی فتاوی میں سے ایک فتاوی الکاملیہ بھی ہے۔ فتاوی الکاملیہ فقہ حنفی کے ایک بلند پایا عالم دین، الشیخ محمد کامل بن مصطفی بن محمود طرابلسی کی تصنیف ہے۔ شیخ کی پیدائش 1242ھ میں طرابلس میں ہوئی۔ انیس سال کی عمر 1263ھ میں انہوں نے مصر کی جانب تعلیم کے حصول کیلئے رخت سفر باندھا تاکہ وہاں جا کر فقہ حنفی سیکھیں۔ اس غرض کیلئے جامع ازھر مصر میں علوم کی تحصیل کیلئے داخلہ لیا۔ اس میں انہوں نے فقہ حنفی کو وقت کے بڑے بڑے حنفی علماء کبار سے سیکھا۔ مصر میں تقریباً سات سال کا عرصہ گزارنے کے بعد 1270ھ میں دوبارہ وطن مالوف طرابلس کی طرف عازم سفر ہوئے۔ وطن پہنچنے پر فقہ حنفی کی درس وتدریس اور فتوی دینے کے کام کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔ ایک عرصہ کے بعد آپ نے اپنے دیئے ہوئے فتاوی جات کو کتابی شکل میں ترتیب دیا اور اس طرح فتاوی کاملیہ، علم فقہ کی دنیا میں ایک روشن منارہ کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ فقہ حنفی کی ایک بہترین فتاوی کی کتاب ہے۔[1]

فتوی کا لغوی واصطلاحی معنی:

فتوی فاء کے فتحہ کے ساتھ بھی منقول ہے اور فاء کے ضمہ کے ساتھ بھی۔ لیکن صحیح فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے، جس کے معنی ہیں: کسی بھی سوال کا جواب دینا، چاہے وہ شرعی سوال ہو یا غیر شرعی[2]۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

یایها الملأ افتونی فی رؤیای ان كنتم لرؤیا تعبرون۔[3]

ترجمہ: اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔

اصطلاح میں کسی مسئلہ کے حکم کا بیان فتوی کہلاتا ہے۔ اس تعریف کا ذکر علامہ مناوی نے یوں کی ہے۔

قال العلامة المناوی: والافتاء بیان حكم المسئلة۔[4]

احادیث میں بھی لفظ فتوی شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

اجرؤكم علی الفتوی اجرؤكم علی النار۔[5]

ترجمہ: تم میں جو شخص، فتوی دینے میں دوسروں سے زیادہ جرأت کرنے والا ہے۔ وہ دوزخ کی آگ پر دوسرے سے زیادہ جرأت کرنے والا ہے۔

فتوی کا تاریخی پس منظر:

رسالت مآب ﷺ کے زمانے میں حضرت نبی اکرم ﷺ خود مفتی الثقلین تھے اور منصب فتوی پر فائز تھے۔ وحی کے ذریعہ سے اللہ تعالی کی طرف سے فتوی دیا کرتے تھے اور اس طرح یہ وحی غیر متلو کی صورت میں امت کے پاس حدیث پاک کی صورت میں جمع ہوئی۔ ان کا انداز نہایت فصیح وبلیغ ہے چونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے جوامع الکلم عطا فرمائے تھے، اس میں الفاظ کم اور معنی زیادہ

ہوتے تھے جس کی وجہ سے اس سے فقہاء نے لاکھوں مسائل مستنبط کئے اور یہ اسلامی شریعت کا دوسرا اہم ماخذ کا درجہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔اس بات کو قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون ۔[6]

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کو نازل کیا تاکہ آپ ﷺ اس کو لوگوں کے سامنے بیان کریں کہ کیا چیز ان کی طرف اتاری جارہی ہے اور شاید یہ لوگ اس میں غور و فکر کریں۔

دور صحابہ میں فتوی:

نبی اکرم ﷺ کا اس دار فانی سے وصال پاجانے کے بعد فتوی کے کام اور ذمہ داری کو صحابہ کرام نے سنبھالا اور احسن طریقے سے انجام دیا۔علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام میں سے جو فتوی دیا کرتے تھے،ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زائد تھی۔جن میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی،البتہ زیادہ فتوی دینے والے سات تھے،چنانچہ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ:

فکان المکثرون منھم سبعا،عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود وعائشۃ ام المؤمنین وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم اجمعین۔[7]

ترجمہ: ان میں زیادہ فتوی دینے والے کل سات حضرات تھے حضرت عمر ابن خطاب،حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ ابن مسعود،ام المؤمنین حضرت عائشہ،حضرت زید ابن ثابت،حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔

تابعین کے دور میں فتوی:

تعلیم و تعلم اور فتوی دینے کا سلسلہ حضرات صحابہ کے زمانے کے بعد بھی جاری رہا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے شاگردوں نے اس کو آگے بڑھایا اور اس کی ترویج میں دن دگنی رات چوگنی محنت کی اور اس علم کو چار چاند لگا کر نہ صرف اس کو محفوظ کیا بلکہ اس کے بہت زیادہ منظم اور آراستہ کیا۔

حضرات صحابہ کرام کے عہد زریں کا تاریخی جائزہ لینے کے بعد،ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ جل وعلا نے فتوحات کی کثرت سے ان کو بہت زیادہ نوازا اور اس طرح بہت سارے شہر فتح ہوئے۔اس بنا پر حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے شاگرد،حضرات تابعین مختلف شہروں میں دین کی تعلیم اور ترویج کی خدمت انجام دینے لگے۔ان میں سے مخصوص بلاد اسلامیہ میں علم کے آفتاب و ماہتاب ہستیاں نمایاں طور پر سرفہرست ہیں۔چنانچہ صرف مدینہ منورہ میں حضرت سعید بن مسیب،حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف،حضرت عروہ بن زبیر،حضرت عبید اللہ،حضرت قاسم بن محمد،حضرت سلیمان بن یسار اور خارجہ بن زید،فقہائے کرام فتوے دیا

کرتے تھے۔انہی کو فقہائے سبعہ کہا جاتا ہے۔اسی بات کا تذکرہ حافظ ابن القیم نے یوں کیا ہے کہ :

وانتصب فی کل بلد من البلاد الاسلامیۃ امام یتبعہ کثیر من الناس فی الفقہ والفتوی ،وکان فی المدینۃ سعید بن مسیب، ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، عروہ بن زبیر، عبیداللہ، قاسم بن محمد، سلیمان بن یسار وخارجہ بن زید رحمہم اللہ تعالی ویقال لھم الفقھاء السبعۃ، وقد ذکر بعضھم ابابکر بن الحارث بن ھشام من جملتھم عوضا عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن۔[8]

فقہ حنفی بطور قانون :

خلفائے عباسیہ کے دور سے لے کر گزشتہ صدی کے شروع ہونے تک اکثر اسلامی ممالک میں فقہ حنفی قانونی شکل میں نافذ اور رائج رہی ہے۔چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ :

فالدولۃ العباسیۃ وان کان مذہبہم مذھب جدھم فاکثرقضاتھاومشائخ اسلامھا حنفیۃ۔یظھر ذالك لمن تصفح کتب التواریخ،وکان مدۃ ملکھم خمس ماۃ سنۃٍ تقریباً۔واما الملوك السلجوقیون وبعدھم الخوارزمیون فکلھم حنفیون وقضاۃ ممالکھم غالبھا حنفیۃ۔واما ملوك زمانناسلاطین آل عثمان (ایداللہ تعالیٰ دولتھم ماکرر الجدیدان)فمن تاریخ تسع ماۃ الیٰ یومنا ھذالایولون القضاۃ وسائر مناصبھم الا الحنفیۃ۔[9]

ترجمہ: پس اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دولت عباسیہ کا مذہب ان کے اجداد کا تھا لیکن یہ بات بدیہی ہے کہ ان کے اکثر قاضی اور مشائخ تمام کے تمام حنفی تھے۔یہ بات اس شخص پر زیادہ اچھی طرح سے واضح ہو گی جو کتب تاریخ کا غور وخوض سے جائزہ لے گا۔ان کی دولت کا زمانہ تقریبا پانچ سو برس پر محیط ہے پس سلجوق اور خوارزم والوں کا فقہی مذہب حنفیت ہی تھا اور ان کے علاقوں کے قاضی اکثر حنفی تھے اور بہر حال ہمارے زمانے کے سلطنت آل عثمان والے، اللہ تعالیٰ ان کی عہد حکومت کو تا قیامت امتداد دے۔نویں صدی سے لے کر آج تک، وہ قاضی کا عہدہ اور دیگر بڑے مناصب صرف اور صرف حنفیوں کو دیتے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں فتوی نویسی کی خدمات:

عوام اور علمائے کرام دونوں کی راہنمائی کیلئے وقت کے عظیم مفتیان کرام نے فتاوی کے عظیم ذخیروں کو مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیا جن سے ایک خلق کثیر مستفید ہو رہی ہے۔دنیا بھر میں تمام بلاد اسلامیہ میں مفتیان کرام اور علماء عظام نے چاہے وہ شرق کے ہوں یا غرب کے، انہوں نے اس کارنامہ عظیمہ میں تندی اور مستعدی دکھائی۔مصر، شام، عراق، طرابلس، مکہ، مدینہ، ماوراء النہر، افغانستان اور برصغیر پاک وہند وغیرہ۔برصغیر پاک وھند بھی اس سلسلے میں کسی سے پیچھے نہ رہا، بلکہ اس میں بھی اللہ جل وعلا نے ایسے

رجال کار پیدا کئے، جنہوں نے اس دھرتی کو علم سے بھر دیا۔انہوں نے اپنے علم اور ہنر سے اس علاقے کو چار چاند لگادیئے،نہ صرف تدریس بلکہ تصنیف وتالیف کے میدانوں کو بھی آباد کیا، جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فتاوی امدادیہ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کی فتاوی رضویہ، مفتی محمودؒ کی فتاوی مفتی محمود اور موجودہ دور میں مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ کی آپ کے مسائل اور ان کا حل، مفتی نجم الحسن امروہوی کی نجم الفتاوی، مفتی تقی عثمانی کی فتاوی عثمانی، مفتی محمد فریدؒ کی فتاوی فریدیہ وغیرہ دنیائے فتاوی نویسی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔[10]

فتاویٰ کاملیہ کی اہمیت:

فتاوی کاملیہ اپنے موضوع کے حوالے سے بہت اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ اس کا تعلق فقہ سے ہے اور فقہ علوم اسلامیہ میں سب سے زیادہ وسیع اور دقیق علم ہے۔اس لئے کہ فقہ کے لئے ایک طرف قرآن وعلوم قرآن، حدیث اور ومتعلقات حدیث، اقوال صحابہ، ارشادات ائمہ، اجتہادات فقہاء، اور جزئیات وفروع کے باریک امتیازات پر وسیع نظر، مرجوح اور غیر مرجوح پر وسیع اطلاع، امت کے واقعی ضروریات کا ادراک، احوال زندگی کی مکمل بصیرت اور بدلتے ہوئے حالات میں مسائل دین کو شریعت کی روح کو ملحوظ رکھ کر استنباط کرنے کا نام ہے۔علم فقہ، جو طہارت اور نظافت کے جزوی مسائل سے لے کر عبادات، معاملات، معاشرت، آداب واخلاق اور ان تمام امور کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں جن کا تعلق حلال وحرام اباحت وحرمت اور جائز ناجائز جیسے احکامات کے اطلاق کے ساتھ ہے۔[11]

پھر فتوی کا میدان فقہ سے اور زیادہ وسیع ہے۔اس لئے فتاوی میں ایمانیات وعقائد، فرق، تاریخ، سیر نبوی اور سیرت صحابہ، تصوف وسلوک، اخلاق وآداب، عبادات، معاملات، سیاسیات، معاشرت، قدیم وجدید مسائل کا حل، اصولی وفروعی مسائل کی تشریح اور تطبیق وغیرہ تمام فتوی دینے کے شعبہ جات ہیں۔اس لئے مفتی ان تمام شعبوں اور مسائل سے صرف نظر کرکے اپنی ذمہ داری صحیح طور پر نبھا نہیں سکتا۔پھر مفتی کو کبھی امت اسلامیہ کی مشکلات میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے حدود شرعیہ کا خیال رکھتے ہوئے نرم مزاج اور کبھی شریعت کی حفاظت اور خلاف شرع طرز اپنانے والوں کے خلاف سخت مزاج بننا پڑتا ہے۔[12]

فتاوی کاملیہ کی خصوصیات:

مفتی محمد کامل بن مصطفی بن محمود طرابلسیؒ نے فتاوی الکاملیہ میں جو منہج اختیار کیا ہے بعینہ یہ منہج ان فقہاء حضرات کا ہے جو ان کے پیش رو ہیں۔یعنی جب کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہو تو اس کا حل قرآن وحدیث، قیاس اور اجماع کے تناظر میں ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں دیکھتا ہے۔اسی طرح جب ہم فقہ کی امہات الکتب کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ مصنف اپنے پیش رو حضرات کے علمی شہ پاروں کے خوشہ چین ہیں۔آپؒ ہر مسئلہ میں ائمہ سلف وخلف کے اقوال کو ذکر فرما کر اپنے مسئلہ کو مبرھن کرتے ہیں، اس طرح موجودہ زمانے تک جو فتاوی جات مرتب ہوئے ہیں ان تمام کا عرق ان کے مرتب کئے ہوئے فتوی کے اندر ملتا ہے۔

عربی زبان میں ہونا:

فتاوی کاملیہ کی زبان عربی ہے۔ عربی کی عبارات شریعت کی امہات الکتب سے زیادہ مشابہ ہیں۔اس لئے فتاوی کاملیہ کی عبارات کا حوالہ امہات الکتب سے تلاش کرنا،نہایت سہل ہے۔اس کے علاوہ عربی زبان کی جامعیت اس کے مسائل کی جامعیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، کیونکہ فتوی کے کام میں عبارت جتنی جامع ہوتی ہے اس کو حل کرنااور اس سے مسئلہ سمجھنااور بتاناآسان تر ہوتا ہے۔اس طرح دیگر غیر عربی فتاوی جات کی بانسبت فتاوی کاملیہ کوایک گنافضیلت ہے۔

نفس مسئلہ کی صراحت:

یہ محض اختصار کی حد تک ہے کہ صاحب فتوی کاملیہ اپنے قاری کی توجہ صرف اور صرف مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے تاکہ قاری مسئلہ کو صحیح سمجھ سکے۔

فتاوی کاملیہ کا عام فہم اسلوب:

اس فتاوی کی ایک اہم بات یہ ہے کہ اس میں نفس مسئلہ کو لے کر بیان کیا جاتاہے تاکہ فتوی طلب کرنے والا مسئلہ کو سمجھ کر عمل کر سکے۔اس لئے اس میں قرآن وحدیث کی حوالہ بندی کا فقدان پایا جارہاہے جس کی نشاندہی علمی تحقیقی اسلوب میں لازمی ہے۔

مفتی بہ اقوال کی عدم صراحت:

کتاب مذکور میں ذکر کردہ مسائل میں مفتی بہ اقوال کی صراحت امہات الکتب سے دستیاب نہیں،اس لئے بغیر تحقیق کئے اس سے فتوی دیا جاسکتاہے اور نہ ہی اس سے کسی اور کتاب کے قول کو جانچا جاسکتاہے۔

فتوی کے رموز سے خالی ہونا:

فتوی کے رموز سے نابلد وناواقف شخص اس کے فوائد کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

امہات الکتب میں سے نہ ہونا:

یہ فتاوی چونکہ امہات الکتب میں شامل نہیں ہے اس لئے اس کتاب کو مدار بناکر کسی قول کو نہ ثابت کیا جاسکتاہے اور نہ رد۔

فتوی سے عامی شخص کو مغالطہ کا ہونا:

بادی النظر میں ایک فقہ سے ناواقف شخص کو مذکورہ کتاب سے مغالطہ ہوسکتاہے کہ اس کے مسائل میں قرآن وحدیث اور فقہ کی امہات الکتب کو بنیاد فتوی نہیں بنایا گیاہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

تنقیدی جائزہ کا فقدان:

فتاوی کاملیہ میں مسائل سے متعلق تنقیدی جائزہ دستیاب نہیں، جوکہ تحقیق کے میدان میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔

فتوی کاملیہ کا درجہ:

فتاوی کاملیہ کو دیکھا جائے تو یہ ثانوی مصادر میں سے آتا ہے، یعنی امہات الکتب میں اس کو شمار نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ قدوری، کنز، ہدایہ، بدائع الصنائع اور مبسوط وغیرہ ہیں۔

ابواب اور فصل بندی کا اسلوب:

اس حوالے سے جب فتاوی کاملیہ کو دیکھا جاتا ہے تو مصنفؒ نے کتاب اور باب کا لفظ استعمال کیا ہے جس کی وضاحت قدیم فقہاء کرام کی کتب میں یوں ملتی ہے کہ اگر مختلف قسم کے مسائل کو جو ایک جنس سے متعلق ہوں، ذکر کیا جائے تو اس کو کتاب کہا جائے گا، اور اگر ایک نوع کے مسائل کو ذکر کیا جائے تو اس کو باب کہا جائے گا۔[13]

نتیجہ بحث:

مفتی محمد کامل بن مصطفی بن محمود طرابلسیؒ کی فتاوی کاملیہ بنیادی نوعیت کی فتاوی ہے جس میں فہم فقہ اور فہم فتوی پر نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے اندر مصنفؒ نے نہ صرف مستفتی کا خیال رکھا ہے بلکہ مفتی کے لئے بھی ایسا لائحہ عمل تجویز کیا ہے کہ وہ حل مسائل اور فتوی دینے میں کن باتوں کا خیال رکھیں گے، تاکہ فتوی نویسی کا کام ایسے سہل انداز میں انجام پائے کہ مستفتی اور مفتی دونوں کیلئے فقہ کی روح کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ مستفتی کا کام صرف نفس مسئلہ کو سمجھنا ہے۔ اس کا اطمینان بخش جواب اور حکمت عملی والا انداز کیا ہونا چاہئے؟ اس کا عملی ثبوت پیش کر کے مصنفؒ نے فتوی نویسی کے میدان میں اہل علم پر احسان عظیم کیا۔ فتاوی کاملیہ میں مصنفؒ نے نہ صرف ایک نئے طرز کو پروان چڑھایا ہے بلکہ فتوی کے کام کو انتہائی جاذب بنایا۔ لہذا موجودہ زمانے میں، فتوی نویسی کے میدان میں قدم رکھنے والے فتوی کاملیہ کو دیکھ کر، مفتی طرابلسیؒ کی راہنمائی کو جان کر، فتوی طلب کرنے والے کو آسانی کے ساتھ مطمئن کر سکیں گے اور اس کے شرعی مسئلہ کا انتہائی پر مغز بامعنی، ذود فہم اور کافی شافی جواب دینے سے اس مشکل کو کامیابی کے ساتھ حل کر سکیں گے۔ چونکہ فتاوی کاملیہ چند سال ہوئے ہیں کہ بازار میں چھپی ہوئی صورت میں دستیاب ہے۔ اس سے پہلے صرف بڑے بڑے علماء کے پاس اس کی مخطوطات ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے اس پر نہ تو کسی نے اردو ترجمے کے حوالے سے کام کیا ہے اور نہ اس کی تدقیقات اور تحقیقات کسی عالم دین نے کی اور نہ ہی کسی پی ایچ ڈی یا ایم فل کے سکالر نے اس کو موضوع تحقیق بنایا۔ اس لئے اس طرح کی فقید المثال، فتوی کی کتاب پر کام کرنا واقعی میں ایسا کام ہو گا جس سے عوام اور خواص ہر ایک یکساں طور پر مستفید ہو سکیں گے۔

حوالہ جات

[1]طرابلسی، محمد کامل بن مصطفی بن محمود، فتاوی کاملیہ، مکتبہ اسلامیہ ، کوئٹہ،2015ء،ص3

[2]کیرانوی، قاسمی، وحید الزماں، القاموس الجدید، ادارہ اسلامیات، کراچی،1410ھ،ص897

[3]الیوسف12 :43

[4]گنگوہی، محمود الحسن، فتاوی محمودیہ،ادارۃ الفاروق، کراچی،2010ء،ج1،ص106

[5]الدارمی التميمي السمرقندي، أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن ، سنن دارمی، داراحیاء التراث، بیروت،1412ھ،ج1،ص179

[6]النحل16:45

[7]امام ابن قیم ،اعلام الموقعین، داراحیاء التراث العربي، بیروت، ج1،ص28

[8]الشہرزوری، ابن صلاح، ادب المفتی و المستفتی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن،ص56

[9]ابن عابدین، محمدامین بن عمر، ردالمحتار علی الدرالمختار، المکتبۃ الحقانیۃ، پشاور،مقدمۃ الکتاب، مطلب: یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل ،ج1،ص137

[10]لدھیانوی، محمد یوسف، آپ کے مسائل اور ان کا حل، مکتبہ لدھیانوی، کراچی،2012ء،ج1،ص20

[11]گنگوہی، محمود الحسن، فتاوی محمودیہ،ادارۃ الفاروق، کراچی،2010ء،ج1،ص104

[12]ایضاً

[13]طرابلسی، محمد کامل بن مصطفی بن محمود، فتاوی کاملیہ، مکتبہ اسلامیہ ، کوئٹہ،2015ء،ص6